فَاسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: سلیمان علیہ السلام کا ایک رات میں سو بیویوں سے ازدواجی تعلقات قائم کرنے کا واقعہ کیا ہے؟

جواب: سیدنا سلیمان علیہ السلام بادشاہ نبی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وسیع وعریض سلطنت عطا کی تھی۔ حدیث میں آپ کی سو بیویوں کا ذکر ہے۔ یہ پہلی امتوں کا معاملہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بطور معجزہ آپ کو بہت زیادہ طاقت عطا کی تھی، کہ آپ ایک وقت میں کئی بیویوں کے پاس جانے کی صلاحیت رکھتے تھے۔

ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ میں سو بیویوں کے پاس جاؤں گا، اس سے جو بچہ پیدا ہو گا، اسے مجاہد بناؤں گا، تو آپ کے ایک ساتھی یا فرشتے نے کہا کہ ان شاء اللہ کہیں، مگر آپ ان شاء اللہ کہنا بھول گئے، ایک ہی بچہ پیدا ہوا اور وہ بھی معذور تھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر سلیمان علیہ السلام ان شاء اللہ کہہ دیتے، تو سو بچے پیدا ہوتے اور سبھی مجاہد ہوتے۔

رہا یہ اعتراض کہ ایک رات میں ایسا کیسے ممکن ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایک نبی کا معاملہ ہے، نبی کا معاملہ امتیوں سے مختلف بھی ہوسکتا ہے۔

❀ علامہ احمد قسطلانی رحمہ اللہ (۹۲۳ھ) فرماتے ہیں:

''صحیح بخاری میں ہے کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: ''میں آج رات سو بیویوں سے ہم بستری کروں گا۔'' یہ سلیمان علیہ السلام کا معجزہ ہے، کیونکہ ایک عام انسان

ایک ہی رات میں سو بیویوں سے ازدواجی تعلقات قائم کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے سلیمان علیہ السلام کو یہ قوت عطا فرمائی۔ لہٰذا یہ واقعہ سلیمان علیہ السلام کا معجزہ ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کا اظہار ہے۔ اس میں ان حضرات کا رد ہے، جو ہر چیز کو چار مخصوص ستاروں کے ساتھ جوڑ دیتے ہیں، کہتے ہیں: فلاں چیز اس ستارے کی وجہ سے ہوتی ہے، فلاں چیز اُس ستارے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، وغیرہ وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کی صلب میں سو آدمی کا مادہ تولید پیدا کر دیا۔''

(المَواهب اللّدّنية: 2/226-227)

بیویوں کی تعداد میں اختلاف:

① سو بیویاں۔

(صحيح البخاري: 5242)

② سو یا ننانوے بیویاں۔ (راوی کا شک)

(صحيح البخاري: 2819)

③ نوے بیویاں۔

(صحيح البخاري: 6639، صحيح مسلم: 1654)

④ ستر بیویاں۔

(صحيح البخاري: 3424، صحيح مسلم: 1654)

⑤ ساٹھ بیویاں۔

(صحيح البخاري: 7469، صحيح مسلم: 1654)

ان میں جمع و تطبیق کرتے ہوئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

مُحَصَّلُ الرِّوَايَاتِ سِتُّونَ وَسَبْعُونَ وَتِسْعُونَ وَتِسْعٌ وَتِسْعُونَ وَمِائَةٌ وَالْجَمْعُ بَيْنَهَا أَنَّ السِّتِّينَ كُنَّ حَرَائِرَ وَمَا زَادَ عَلَيْهِنَّ كُنَّ سَرَارِيَ أَوْ بِالْعَكْسِ وَأَمَّا السَّبْعُونَ فَلِلْمُبَالَغَةِ وَأَمَّا التِّسْعُونَ وَالْمِائَةُ فَكُنَّ دُونَ الْمِائَةِ وَفَوْقَ التِّسْعِينَ فَمَنْ قَالَ : تِسْعُونَ أَلْغَى الْكَسْرَ وَمَنْ قَالَ مِائَةً جَبَرَهُ .

''تمام روایات کے مطابق عدد ساٹھ، ستر، نوے، ننانوے اور سو ہے۔ ان میں جمع وتطبیق کی صورت یہ ہے کہ ساٹھ آزاد بیویاں تھیں، باقی لونڈیاں۔ یا ساٹھ لونڈیاں اور باقی آزاد۔ ستر کا عدد مبالغہ کے لیے استعمال کیا گیا، جبکہ نوے اور سو کے عدد کی توجیح یہ ہے کہ اصل میں بیویاں سو سے کم تھیں اور نوے سے اوپر تھیں، لہٰذا جس نے نوے کا ذکر کیا، اس نے کسر ختم کر کے نوے کہہ دیا اور جس نے سو کا ذکر کیا، اس نے کسر پوری کرتے ہوئے سو کہہ دیا۔''

(فتح الباري : 460/6)

باقی جس روایت میں ننانوے یا سو کا ذکر ہے، وہ شک پر مبنی ہے۔ اس میں درست اور صواب سو ہے۔ واللہ اعلم!

سوال: آیت: ﴿وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ﴾ (البلد : ٣) کا کیا معنی ہے؟

جواب: ''ما'' نافیہ بھی ہوسکتا ہے اور موصولہ بھی۔ نافیہ ہو، تو معنی ہوگا: ''میں قسم کھاتا ہوں، جو پیدا ہو چکا اور اس کی جو ابھی تک پیدا نہیں ہوا۔''

''ما'' موصولہ ہو، تو معنی ہوگا: ''قسم ہے والد اور اس کی اولاد کی۔''

یہ آیت کریمہ عام ہے۔

۞ امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ (۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:

اَلصَّوَابُ مِنَ الْقَوْلِ فِي ذٰلِكَ مَا قَالَهُ الَّذِي قَالُوا : إِنَّ اللّٰهَ أَقْسَمَ بِكُلِّ وَالِدٍ وَوَلَدِهٖ، لِأَنَّ اللّٰهَ عَمَّ كُلَّ وَالِدٍ وَمَا وَلَدَ، وَغَيْرُ جَائِزٍ أَنْ يَخُصَّ ذٰلِكَ إِلَّا بِحُجَّةٍ يَجِبُ التَّسْلِيمُ لَهَا مِنْ خَبَرٍ، أَوْ عَقْلٍ، وَلَا خَبَرَ بِخُصُوصِ ذٰلِكَ، وَلَا بُرْهَانَ يَجِبُ التَّسْلِيمُ لَهٗ بِخُصُوصِهٖ، فَهُوَ عَلٰى عُمُومِهٖ كَمَا عَمَّهٗ.

''اس آیت کی تفسیر میں درست قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر والد اور اس کی اولاد کی قسم اُٹھائی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے والد اور اس کی اولاد کو عموم کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ لہٰذا اسے بغیر کسی نقلی اور عقلی دلیل کے خاص کرنا جائز نہیں۔ اس کو خاص کرنے پر کوئی حدیث یا برہان نہیں ہے کہ جسے تسلیم کرنا واجب ہو، لہٰذا جیسے اللہ تعالیٰ نے اسے عام رکھا ہے، اسے عام ہی سمجھا جائے گا۔''

(تفسير الطّبري : 408/24)

سوال: معجزات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کتنے ہیں؟

جواب: معجزہ نبوت کی صداقت پر ایسی دلیل ہے، جو عاجز کر دیتی ہے۔ معجزاتِ رسول علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام بے شمار ہیں۔

۞ علامہ ابن العربی مالکی رحمہ اللہ (۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلْفَ مُعْجِزَةٍ، جَمَعْنَاهَا، وَهِيَ عَلٰى قِسْمَيْنِ؛ مِنْهَا مَا هِيَ فِي الْقُرْآنِ وَهَوَ تَوَاتُرٌ، وَمِنهَا نَقْلُ

آحَادٍ، وَمَجْمُوعُهَا خَرْقُ الْعَادَةِ عَلٰى يَدَيْهِ، وَعَلٰى وَجْهٍ لَا يَنْبَغِي إِلَّا لِنَبِيٍّ يَّتَحَدّٰى.

''ہم نے نبی کریم ﷺ کے ہزار معجزے جمع کیے ہیں۔ یہ دو طرح کے ہیں؛ ① جن کا ذکر قرآن کریم میں ہے، وہ تو متواتر ہیں۔ ② جو خبر واحد کے ساتھ نقل ہوئے ہیں۔ یہ وہ اُمور ہیں، جو نبی کریم ﷺ سے خرق عادت صادر ہوئے ہیں، ان کا صدور ایک نبی سے ہی ہوسکتا ہے، ان کے ذریعہ چیلنج کیا جاتا ہے۔''

(المَسالك شرح مؤطأ الإمام مالك : 455/2)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمُصْطَفٰى بِمُعْجِزَاتٍ أُخَرَ زَائِدَاتٍ عَلَى الْأَلْفِ وَالْمَئِيْنِ.

''مصطفی کریم ﷺ کو ان بارہ سو کے علاوہ بھی معجزات عطا ہوئے ہیں۔''

(شرح مقدمة صحيح مسلم :2/1)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (٧٢٨ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ جَمَعْتُ نَحْوَ أَلْفِ مُعْجِزَةٍ.

''میں نے تقریبا ایک ہزار معجزات جمع کیے ہیں۔''

(الفُرقان بين أولياء الرّحمٰن وأولياء الشّيطان، ص 158)

(سوال): کیا سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو زہر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے دیا، ایک روایت کی تحقیق؟

(جواب): ابو بکر عبد اللہ بن حفص بن عمر بن سعد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ سَعْدًا وَالْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مَاتَا فِي زَمَنِ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَيَرَوْنَ أَنَّهٗ سَمَّهٗ.

”سیدنا سعد اور سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہم سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں فوت ہوئے، لوگوں کا خیال تھا کہ حسن رضی اللہ عنہ کو زہر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دیا ہے۔“

(المعجم الكبير للطّبراني : 2694)

① اس کی سند منقطع ہے۔ ابو بکر عبد اللہ بن حفص کا سیدنا سعد اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما سے سماع ثابت نہیں۔

امام ابوزرعہ رحمہ اللہ نے ابوبکر بن حفص کی سیدنا سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کو مرسل کہا ہے۔

(المَراسيل لابن أبي حاتم، ص 92)

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ أَبَا بَكْرِ بْنَ حَفْصٍ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ سَعْدٍ .

”ابوبکر بن حفص نے سیدنا سعد رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں کیا۔“

(مَجمع الزّوائد : 244/6)

② بشرط صحت روایت، جن لوگوں نے یہ خیال کیا، وہ یقیناً روافض ہوں گے۔

(سوال): وبائی امراض میں گھروں میں رکے رہنا کیسا ہے؟

(جواب): وبائی امراض میں حفاظتی تدبیر کے طور پر گھروں میں رکے رہنا درست اور صحیح ہے۔ ذیل میں ہر دور کے علما کا متفقہ فتویٰ پیش خدمت ہے:

قَالَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ أَنَّهٗ يَنْبَغِي إِذَا عُرِفَ أَحَدٌ بِالْإِصَابَةِ بِالْعَيْنِ أَنْ يُّجْتَنَبَ وَيُتَحَرَّزَ مِنْهُ وَيَنْبَغِي لِلْإِمَامِ مَنْعُهٗ مِنْ مُّدَاخَلَةِ النَّاسِ وَيَأْمُرَهٗ بِلُزُومِ بَيْتِهٖ فَإِنْ كَانَ فَقِيرًا رَزَقَهٗ مَا يَكْفِيهِ وَيَكُفُّ أَذَاهُ عَنِ النَّاسِ فَضَرَرُهٗ أَشَدُّ مِنْ ضَرَرِ آكِلِ الثُّومِ

وَالْبَصَلِ الَّذِي مَنَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دُخُولَ الْمَسْجِدِ لِئَلَّا يُؤْذِي الْمُسْلِمِينَ .

''بعض اہل علم نے کہا ہے: جب کسی شخص کے متعلق معلوم ومشہور ہو جائے کہ اس کی نظر لگ جاتی ہے، تو اس سے میل جول سے احتراز واجتناب کرنا چاہیے، حاکم کو چاہیے کہ ایسے شخص کو لوگوں سے میل ملاپ سے منع کرے، نیز اسے حکم دے کہ وہ گھر میں رکا رہے، اگر وہ فقیر ہے، تو بقدر کفایت اس کے لیے نان ونفقہ کا بندوبست کرے۔ اس شخص کو بھی چاہیے کہ باز آ جائے اور لوگوں کے لیے اذیت کا باعث نہ بنے۔ کیونکہ اس کا ضرر، (کچا) لہسن اور پیاز کھانے والے سے زیادہ ہے، جسے نبی کریم ﷺ نے مسجد میں داخل ہونے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ یہ (بدبو کی وجہ سے) لوگوں کے لیے اذیت کا باعث بنے گا۔''

(شرح صحیح البخاري للبطّال : 431/9، إكمال المُعلِم للقاضي عِياض : 85/7، شرح مسلم للنّووي : 173/14، المُفهِم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم للقُرطبي : 568/5، فتح الباري لابن حجر : 205/10، التّوضيح لشرح الجامع الصحيح : 264/5، طرح التّثريب للعِراقي : 199/8، شرح الزُّرقاني : 507/4، شرح الطّيبي : 2973/9، شرح السّيوطي على مسلم : 205/5، فيض القدير للمَناوي : 397/4، مرقاة المَفاتيح للملا علي القاري : 2885/7، نيل الأوطار للشّوكاني : 249/8)

۞ یہ فتویٰ نقل کرنے کے بعد حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا الَّذِي قَالَهٗ هٰذَا الْقَائِلُ صَحِيحٌ مُّتَعَيِّنٌ وَّلَا يُعْرَفُ عَنْ غَيْرِهٖ تَصْرِيحٌ بِخِلَافِهٖ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

''یہ فتویٰ درست اور مناسب ہے، کسی سے اس کی مخالفت معلوم نہیں، واللہ اعلم!''

(شرح مسلم : 173/14)

سوال: سیدنا معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَتْ لِي جَارِيَةٌ تَرْعىٰ غَنَمًا لِّي قِبَلَ أُحُدٍ وَالْجَوابِيَّةِ، فَاطَّلَعَتْ ذَاتَ يَوْمٍ، فَإِذَا الذِّئْبُ قَدْ ذَهَبَ بِشَاةٍ عَنْ غَنَمِهَا، وَأَنَا رَجُلٌ مِّنْ بَنِي آدَمَ، آسَفُ كَمَا يَأْسَفُونَ، لٰكِنِّي صَكَكْتُهَا صَكَّةً، فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَعَظَّمَ ذٰلِكَ عَلَيَّ، قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَفَلَا أُعْتِقُهَا؟ قَالَ : ائْتِنِي بِهَا، فَأَتَيْتُهُ بِهَا، فَقَالَ لَهَا : أَيْنَ اللّٰهُ؟ قَالَتْ : فِي السَّمَاءِ، قَالَ : مَنْ أَنَا؟ قَالَتْ : أَنْتَ رَسُولُ اللّٰهِ، قَالَ : أَعْتِقْهَا، فَإِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ .

''میری ایک لونڈی تھی، جو احد اور جوابیہ مقام کی طرف میری بکریاں چراتی تھی۔ ایک دن میں نے دیکھا کہ ایک بھیڑیا ریوڑ سے ایک بکری لے گیا، میں آدم زاد تھا، سو مجھے بھی افسوس ہوا، جیسے دوسروں کو ہوتا ہے۔ میں نے اسے ایک تھپڑ رسید کر دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، آپ نے اسے گراں سمجھا۔ عرض کیا: اللہ کے رسول! اسے آزاد نہ کر دوں؟ فرمایا: اسے میرے پاس لائیں، میں اسے لے آیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: اللہ کہاں ہے؟ بولی: آسمانوں کے اوپر، فرمایا: میں کون ہوں؟ کہا: آپ اللہ کے رسول ہیں۔ فرمایا: اسے آزاد کر دیں، یہ مؤمنہ ہے۔'' (صحیح مسلم : ۵۳۷)

اس حدیث میں یحییٰ بن ابی کثیر مدلس ہیں، کیا کہیں سماع کی تصریح ملتی ہے؟

(جواب): جی ہاں، کتاب التوحید لابن خزیمہ (۱/ ۲۷۸) میں یحییٰ بن ابی کثیر رحمہ اللہ نے سماع کی تصریح کی ہے۔ ویسے بھی صحیحین میں مدلسین کی ساری کی ساری مرفوع معنعن روایات سماع پر محمول ہیں۔

(سوال): تالی بجانا کیسا ہے؟

(جواب): تالی بجانا حرام ہے۔ غیر مہذب قوموں کا شعار ہے۔ جاہلیت کی رسم ہے۔ مشرکین کا طریقۂ عبادت ہے اور کفار سے مشابہت ہے۔ باطنی صوفیا کا دین ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً﴾(الأنفال: ۳۵)

''بیت اللہ کے پاس مشرکوں کی عبادت سیٹیاں اور تالیاں ہیں۔''

❁ اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ رَدٌّ عَلَى الْجُهَّالِ مِنَ الصُّوفِيَّةِ الَّذِينَ يَرْقُصُونَ وَيُصَفِّقُونَ وَيُصْعَقُونَ وَذٰلِكَ كُلُّهُ مُنْكَرٌ يَتَنَزَّهُ عَنْ مِّثْلِهِ الْعُقَلَاءُ، وَيَتَشَبَّهُ فَاعِلُهُ بِالْمُشْرِكِينَ فِيمَا كَانُوا يَفْعَلُونَهُ عِنْدَ الْبَيْتِ .

''اس آیت میں ان جاہل صوفیا کا رد ہے، جو رقص کرتے ہیں، تالیاں بجاتے ہیں اور شور وغل کرتے ہیں۔ یہ سب منکر کام ہیں۔ اہل عقل وخرد ایسے امور سے مجتنب رہتے ہیں۔ یہ مشرکین کے ساتھ مشابہت ہے، وہ بیت اللہ کے پاس ایسا کرتے تھے۔''

(تفسير القُرطبي: 400/7)

۞ علامہ احمد طحطاوی رحمہ اللہ (۱۲۳۱ھ) لکھتے ہیں:

أَمَّا الرَّقْصُ وَالتَّصْفِيْقُ وَالصَّرِيْخُ وَضَرْبُ الْأَوْتَارِ وَالصَّنْجُ وَالْبُوْقُ الَّذِي يَفْعَلُهُ بَعْضُ مَنْ يَدَّعِي التَّصَوُّفَ فَإِنَّهُ حَرَامٌ بِالْإِجْمَاعِ لِأَنَّهَا زِيُّ الْكُفَّارِ .

''رہا رقص کرنا، تالیاں بجانا، شور شرابا، ہارمونیم بجانا، چیخ وپکار اور بگل بجانا، جو صوفیت کے بعض دعویداروں کا معمول ہے، یہ بالاجماع حرام ہے، کیونکہ یہ کفار کا طور طریقہ ہے۔''

(حاشية الطّحطاوي، ص 174، صفة الأذكار)

سوال: کیا بالوں کو رنگنا ضروری ہے؟

جواب: بالوں کو رنگنا مشروع ومستحب ہے، ضروری نہیں۔ سلف کی ایک جماعت سے نہ رنگنا بھی ثابت ہے۔ البتہ رنگنا اولیٰ ہے۔

۞ امام صالح بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ (۲۶۵ھ) اپنے والد گرامی امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے وقت وفات کے احوال ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

جَاءَ رَجُلٌ مِّنْ جِيرَانِنَا قَدْ خَضَبَ فَدَخَلَ عَلَيْهِ، فَقَالَ أَبِي : إِنِّي لَأَرَى الرَّجُلَ يُحْيِي شَيْئًا مِّنَ السُّنَّةِ فَأَفْرَحُ .

''ہمارا ایک پڑوسی آیا، اس نے بالوں کو خضاب لگا رکھا تھا، والد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا، تو والد گرامی (امام احمد رحمہ اللہ) نے فرمایا: جب میں نے دیکھا کہ ایک آدمی نے ایک سنت کو زندہ کیا ہوا ہے، تو مجھے بے حد خوشی ہوئی۔''

(سيرة الإمام أحمد، ص 126)

(سوال): کیا قرآن مجید بے وضو پڑھا جا سکتا ہے؟

(جواب): قرآن مجید بے وضو پڑھا جا سکتا ہے۔ اس پر کئی احادیث دلیل ہیں۔ البتہ چھوا نہیں جا سکتا۔ قرآن کریم موبائل سے پڑھا جائے، تو اس کے لیے وضو ضروری نہیں۔

❀ علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

مَا أَعْلَمُ خِلَافًا فِي جَوَازِ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ عَلٰی غَیْرِ وُضُوءٍ مَا لَمْ یَکُنْ حَدَثُهٗ جَنَابَةً.

''میرے علم کے مطابق اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ قرآن بے وضو پڑھا جا سکتا ہے، الا کہ جنبی ہو۔''

(الاستذكار: 104/2)

❀ علامہ ابن رسلان رحمہ اللہ (۸۴۴ھ) ایک حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

فِیهِ دَلِیلٌ عَلٰی جَوَازِ الْقِرَائَةِ لِلْمُحْدِثِ، وَهٰذَا إِجْمَاعُ الْمُسْلِمِینَ.

''اس حدیث میں دلیل ہے کہ بے وضو آدمی کے لیے (زبانی) قرآن کی تلاوت کرنا جائز ہے، اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔''

(شرح أبي داود: 492/1)

(سوال): ایک مسلمان بیک وقت کتنی بیویاں رکھ سکتا ہے؟

(جواب): ایک مسلمان بیک وقت زیادہ سے زیادہ چار آزاد بیویاں رکھ سکتا ہے۔ چار سے زائد رکھنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ چار سے زائد بیویاں رکھنا نبی کریم ﷺ کا خاصہ تھا۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَانْکِحُوا مَا طَابَ لَکُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰی وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾

(النِّساء : 3)

''جتنی عورتوں سے چاہو نکاح کرو، دو دو سے، تین تین سے، چار چار سے۔''

❁ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) فرماتے ہیں:

''علامہ ابن قصار رحمہ اللہ کہتے ہیں: کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ عقد میں بیک وقت چار سے زائد بیویاں رکھے۔ ہمارے مطابق اس پر اجماع ہے۔ بعض لوگ، جن کے اختلاف کی کوئی حیثیت نہیں، کہتے ہیں: بیک وقت نو بیویاں رکھی جا سکتی ہیں، ان کا استدلال یہ ہے کہ آیت کریمہ: ﴿مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾ کے مطابق اس عدد کو جمع کرنا جائز ہے، دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی، تو آپ کی نو بیویاں تھیں۔ ہمارے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُسوہ حسنہ ہیں۔ جماعت حقہ کی دلیل یہ ہے کہ مفسرین کا اتفاق ہے کہ آیت: ﴿مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾ میں تینوں عددوں میں تخییر مراد ہے، نہ کہ ان کو جمع کرنا ......اگر اس سے نو کا عدد مراد ہوتا، تو ایک مختصر لفظ (نو) سے عدول اختیار نہ کیا جاتا۔ اللہ تعالیٰ فرما دیتا: ''نو عورتوں سے نکاح کر لو۔'' جبکہ عرب نو کا عدد چھوڑ کر ''دو، تین اور چار'' کا لفظ استعمال نہیں کرتے۔ لہٰذا فرمان باری تعالیٰ: ﴿مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾ کا پوشیدہ معنی یہ ہے کہ دو دو، تین تین، چار چار۔ اس سے تخییر مراد ہے۔ جیسا کہ اس فرمان باری تعالیٰ میں (تخییر مراد) ہے: ﴿أُولِي أَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثَلَاثَ وَرُبَاعَ﴾ ''دو دو، تین تین اور چار چار پروں والے (فرشتے)۔'' رہا ان کا یہ قول کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت نو بیویاں تھیں اور ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشہ قدم پر چلنا چاہیے،

تو ہم کہتے ہیں کہ چار سے زائد بیویاں رکھنا نبی کریم ﷺ کا خاصہ تھا۔"

(شرح صحيح البخاري : 190/7)

✿ علامہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

"جان لیجئے کہ دو، تین اور چار کے عدد سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نو بیویاں رکھنا جائز ہے، جیسا کہ بعض حضرات نے کہا ہے، یہ لوگ کتاب وسنت کے فہم سے دور ہیں اور اسلاف امت کے منہج سے منحرف ہو چکے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ "واؤ" جمع کے لیے ہے، ساتھ یہ دلیل دیتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے بیک وقت نو بیویوں کو اپنے عقد میں جمع فرمایا ہے۔ جہالت پر مبنی یہ مؤقف روافض اور بعض اہل ظاہر کا ہے، انہوں نے "مثنیٰ" کے لفظ کو "اثنین" بنا دیا ہے، اسی طرح "ثلاث" اور "رباع" کو بھی۔ بعض اہل ظاہر نے تو اس سے بھی قبیح حرکت کی ہے، انہوں نے اٹھارہ بیویوں کا جواز پیش کر دیا ہے، استدلال یہ ہے کہ ان الفاظ کا معنی تکرار کا ہے اور "واؤ" جمع کے لیے ہے، انہوں نے "مثنیٰ" کا معنی "دو دو" کیا، اسی طرح "ثلاث" اور "رباع" کا معنی بھی۔ یہ سب لغت اور سنت سے جہالت کا نتیجہ ہے اور اجماع امت کی مخالفت ہے۔ کیونکہ کسی بھی صحابی اور تابعی سے منقول نہیں کہ اس نے بیک وقت عقد میں چار سے زائد بیویاں رکھی ہوں۔ ...... رہا نبی کریم ﷺ کے لیے (نو بیویوں کا) جواز، تو وہ نبی کریم ﷺ کا خاصہ ہے، جیسا کہ سورت احزاب میں اس پر بیان ہو گا۔ اب رہا ان کا کہنا کہ یہاں "واؤ" جمع کے لیے ہے، تو اگرچہ یہ بھی مستعمل ہے، مگر اللہ تعالیٰ نے عرب کو فصیح ترین لغت کے ساتھ خطاب کیا ہے،

عرب ''تسعہ'' کا لفظ ترک کر کے ''اثنین، ثلاثہ وار بعہ'' (دو، تین اور چار) نہیں کہتے۔ اسی طرح اہل عرب اس شخص سے قباحت کا اظہار کرتے ہیں، جو اٹھارا کا لفظ بولنے کی بجائے کہتا ہے: فلاں کو چار، چھ اور آٹھ (درہم) دیجئے۔
دراصل یہاں ''واؤ'' بدل کے لیے ہے۔ یعنی دو کی بجائے تین سے نکاح کرلو، تین کی بجائے چار سے نکاح کرلو۔ اسی لیے ''واؤ'' کے ساتھ عطف ڈالا، نہ کہ ''اَوْ'' کے ساتھ۔''

(تفسير القُرطبي : 17/5)

۞ حافظ بغوی رحمہ اللہ (۵۴۱ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَتِ الْأُمَّةُ عَلٰى أَنَّ الْحُرَّ يَجُوزُ لَهٗ أَنْ يَّنْكِحَ أَرْبَعَ حَرَائِرَ .

''امت کا اجماع ہے کہ آزاد مسلمان کے لیے بیک وقت چار آزاد عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے۔''

(شرح السّنة : 61/9)

۞ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

مُجْمَعٌ عَلَيْهِ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ .

اس پر اہل علم کا اجماع ہے (کہ مسلمان زیادہ سے زیادہ چار بیویاں رکھ سکتا ہے)۔''

(تفسير ابن كثير : 209/2)

اسلام نے چار سے زائد بیویاں رکھنے کی بالکل اجازت نہیں دی، اس لیے جو کافر مسلمان ہو جائے اور اس کی چار سے زائد بیویاں ہوں، تو ان میں سے جو چار اسے زیادہ پسند ہوں، انہیں رکھ لے، باقی بیویوں کو چھوڑ دے۔

امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے۔

❁ **سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:**

إِنَّ غَيْلَانَ بْنَ سَلَمَةَ الثَّقَفِيَّ أَسْلَمَ، وَعِنْدَهُ عَشْرُ نِسْوَةٍ، فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُّمْسِكَ مِنْهُنَّ أَرْبَعًا .

''سیدنا غیلان بن سلمہ ثقفی رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے، ان کے نکاح میں دس بیویاں تھیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم فرمایا کہ ان میں سے چار رکھ لیں۔''

(سنن الدّارقطني : 271/3، المعجم الأوسط للطبراني : 1680، السّنن الكبرٰى للبيهقي : 183/7، أخبار أصفهان لأبي نُعَيم الأصبهاني : 295/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ **حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:**

رِجَالُ إِسْنَادِهٖ ثِقَاتٌ .

''اس کی سند کے سارے راوی ثقہ ہیں۔'' (التلخيص الحبير : 169/3)